# قضائے عمری؟

فضل الرحمٰن

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# قضائے عمری

''ماہنامہ البلاغ'' میں قضائے عمری سے متعلق محترمہ فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے مؤقف کے جواب میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے شائع ہونے والے فتوے کا علمی تعاقب۔

مؤلف
ابو انشاء قاری خلیل الرحمٰن جاوید

تخریج و نظرِ ثانی
الشیخ حافظ عبدالرزاق صاحب سونیاوی

جامعة الاحسان الاسلامية
منظور کالونی کراچی
فون۔ 5888152

بسم اللہ الرحمن الرحیم




نام کتاب............ قضائے عمری

مؤلف...... ابوانشاء قاری خلیل الرحمٰن جاوید

صفحات ۸۰

کمپوزنگ ضیاء کمپوزنگ سینٹر

کمپوزر ضیاء الرحمٰن ضیاء

اشاعت اول ستمبر ۲۰۰۲ء

تعداد ۲۰۰۰

مطبوعہ فیئر فین پرنٹرز اردو بازار کراچی

ناشر جامعۃ الاحسان الاسلامیۃ

قیمت 30/- روپے




## ملنے کے پتے

- ☆ **جامعة الاحسان الاسلامية** منظور کالونی کراچی۔
- ☆ **ادارة القرآن والحديث** کورٹ روڈ کراچی۔
- ☆ **مکتبہ السنہ** سفید مسجد سولجر بازار کراچی۔
- ☆ **مکتبہ نور حرم** گلشن اقبال کراچی۔
- ☆ **دینی کتب خانہ** محمد بن قاسم روڈ کراچی۔
- ☆ **بلال بک سینٹر** اردو بازار کراچی۔
- ☆ **بیت الفرقان** بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اِبتدائیہ

(اَز مؤلف)

دارالعلوم کراچی سے شائع ہونے والا رسالہ "ماہنامہ البلاغ" جلد نمبر ۳۶ اور شمارہ نمبر ۱۱ (اشاعت فروری ۲۰۰۲ء) ہمارے ایک محترم دوست جناب حاجی صدیق صاحب کی معرفت مؤرخہ ۲۵ مئی ۲۰۰۲ء صرافہ بازار کراچی سے موصول ہوا۔

جس کے صفحہ نمبر ۲۳ پر دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے جاری ہونے والا ایک فتویٰ بعنوان "قضائے عمری کی شرعی حیثیت" شائع کیا گیا۔

حاجی صدیق صاحب کا اصرار تھا کہ عوام الناس کی بھلائی کیلئے جواب تحریر کر دیا

جائے بندہ نے مضمون کا بغور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے اصل محرکات محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے وہ دروس ہیں جو خالصتاً کتاب وسنت کی ترویج کیلئے ملک کے طول وعرض میں دیئے جارہے ہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی ان دروس کو پذیرائی حاصل ہورہی ہے۔

بہت سی خواتین جو سر پر دوپٹہ رکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں وہ آج اُن کے دروس کی بدولت برقعہ کے بغیر گھر سے نکلنا پسند نہیں کرتیں، جو اپنے آزادانہ ماحول کے سبب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں آج اُن کے دروس کی وجہ سے شب وروز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُنکی زبانیں تر رہتی ہیں۔

بہت سے گھروں میں جہاں دن رات گانے اور فلموں کی کیسٹیں چلا کرتی تھیں آج اُن کیسٹوں کی جگہ ﴿قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُولُ﴾ کے ترانے گونج رہے ہیں۔

﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیہِ مَنْ یَّشَاءُ﴾

حال ہی میں ضربِ مؤمن میں بھی یہی مضمون اختصار کے ساتھ شائع ہوا ہے

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ''الھدیٰ سینٹرز'' کی تصاویر اور تذکرے ہمارے اس خیال کو مزید تقویت دیتے ہیں کہ یہ محض ایک قضائے عمری سے متعلق فتویٰ نہیں ہے بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کتاب وسنت کو فروغ دینے والے ان اداروں کے خلاف ایک باقاعدہ مہم کا آغاز ہے۔

محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر ادریس ہاشمی صاحب اور محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علومِ عصریہ وعلومِ دینیہ جیسی دونوں نعمتوں سے نوازا ہے اور پھر مزید انعام یہ کہ ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ ایک ہی ذوق اور ایک ہی شوق پایا ہے خدا کرے فروغِ دین کا یہ جذبہ سلامت رہے اور حاسدین کو ھدایتِ کاملہ وعاجلہ نصیب ہو۔ (آمین)

**خادمِ دین :-**

ابوانشاء قاری خلیل الرحمٰن جاوید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# قضائے عمری کی شرعی حیثیت

(ماہنامہ البلاغ میں جسٹس تقی عثمانی صاحب کے شائع ہونے والے فتوی کا جائزہ)

**السؤال** :- ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ درسِ قرآن دیتے ہوئے اس بات پر بہت زور دیتی ہیں کہ ''قضائے عمری'' کا جو مسئلہ لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کسی شخص نے بہت عرصے تک نمازیں نہ پڑھی ہوں، پھر وہ نماز شروع کرے تو اُسے قضائے عمری کے طور پر وہ نمازیں قضاء کرنی چاہئیں، قرآن وسنت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ پچھلی زندگی میں جو نمازیں قضاء ہوئی ہوں، ان کی تلافی صرف توبہ سے ہو جاتی ہے، اتنی ساری نمازیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ براہ کرم یہ واضح فرمائیں کہ کیا شریعت میں پچھلی نمازوں کی قضاء واقعی ضروری نہیں ہے؟ اور کیا ائمہ اَربعہ یا فقہاء کرام میں سے کسی کا مذہب یہ ہے کہ نمازیں زیادہ قضاء ہو جائیں تو ان کی تلافی صرف توبہ سے ہو جاتی ہے، اور قضائے عمری پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر ان صاحبہ کا بتایا ہوا یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے تو کیا اُن کے درس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ نیز اگر قضائے عمری ضروری ہے تو اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟............ (محمد رضوان، کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الجواب بعون الوھاب

''قضائے عمری کے مسئلہ میں علماء کے دو طبقے ہیں ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ایک آدمی اگر پچاس، ساٹھ برس کی عمر میں نمازوں کا باقاعدہ اہتمام کرتا ہے تو سنِ بلوغت سے لے کر ساٹھ برس تک کی تمام نمازیں اُسے قضاء کرنی پڑیں گی اور اس کے بھی کئی ایک طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ جب سے اُس نے باقاعدگی سے نمازیں شروع کیں اُسکے بعد اب اگر کوئی نماز بھولے سے یا سو جانے سے رہ جائے تو اُسے یاد آنے پر یا نیند سے جاگ آنے پر فوراً ادا کرے، اگر چہ وہ نماز اپنے وقت سے نکل چکی ہو۔

تاہم اپنی پچھلی زندگی کی تمام نمازیں سچی توبہ سے معاف ہوسکتی ہیں جب کفر اور شرک جیسی نافرمانیوں کا تریاق اللہ تعالیٰ نے توبہ رکھا ہے تو اُس توبہ سے تارکِ نماز کو کیوں محروم کیا جا رہا ہے؟

(۳) زیرِ نظر فتوے میں جس قدر روایات جمع کی گئی ہیں اُن تمام روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ اگر کوئی سو گیا ہو یا بھول گیا ہو تو وہ اُس نماز کو یاد آنے پر اَدا کرے، ایک روایت بھی ایسی پیش نہیں کی گئی کہ جس میں یہ نص ہو کہ اُس نے عمداً تیس سال تک جو

نمازیں چھوڑی ہیں انہیں قضائے عمری کے طور پر ادا کرے، دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کو جن روایات سے غلط فہمی ہوئی ہے یا جن روایات سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان کے جوابات بالترتیب حسبِ ذیل ہیں۔

## غلط فہمی نمبر ۱:-

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

﴿من نسی صلاۃ فلیصل اذا ذکرھا، لا کفارۃ لھا اِلا ذٰلک﴾

جو شخص کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو اس پر لازم ہے کہ جب بھی یاد آئے اسے ادا کرے۔ (البلاغ:۴۳)

## ازالہ:-

## قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں فرق

درحقیقت اس مسئلہ میں بنیادی غلطی ہی یہی ہے کہ قاصد اور غیر قاصد میں فرق نہیں کیا گیا حالانکہ "عمد"، "نسیان" اور "غفلت" میں بنیادی فرق ہے۔

عمداً ہونے والے کام میں آدمی کے ارادے اور اختیار کا مکمل دخل ہوتا ہے

نسیان (بھول) سے سرزد ہونے والے عمل میں آدمی کے ارادے اور اختیار کو

کوئی دخل نہیں ہوتا۔

**غفلت** میں انسان کی توجہ، فکر، حس اور شعور غیر ارادی طور پر اُس چیز سے ہٹ جاتا ہے اور ایسا وقتی طور پر ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں اصطلاحات کے فرق کو سمجھنے کے بعد حضرت مفتی صاحب کی پیش کردہ روایات پر غور فرمائیں۔

(۱) حضرت مفتی صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بخاری شریف کی جو روایت نقل کی ہے اُس میں ﴿مَن نَسِیَ صلاۃً﴾ کی صراحت ہے جس کے معنی ہیں ''جو نماز پڑھنا بھول جائے''

(۲) دوسری روایت مسلم شریف کی ہے:

**﴿اِذا رَقد احدُکم عنِ الصلاۃِ او غفل عنہا﴾**

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا غفلت کی وجہ سے اُس سے چھوٹ جائے۔

(۳) تیسری روایت سنن نسائی کی ہے:

**﴿یر قُدُ عن الصلٰوۃ اویغفل عنہا﴾**

آپ ﷺ سے ایسے شخص کے بارہ میں پوچھا گیا جو نماز سے سو جائے یا

غفلت کی وجہ سے اُس سے چھوٹ جائے۔

مذکورہ تینوں روایات سے تین الفاظ ملتے ہیں:

(۱) **نسی** = {بھول جائے} = غیر قاصد

(بخاری کتاب المواقیت حدیث نمبر ۵۹۷ باب ۳۷)

(۲) **رقد** = {سو جائے} = غیر قاصد

(صحیح مسلم آخر کتاب المساجد حدیث نمبر ۱۵۶۹)

(۳) **غفل** = { غفلت برتے} = غیر قاصد

(سنن نسائی کتاب المواقیت باب فیمن نام عن الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۷)

مندرجہ بالا تینوں الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ بھی **تعمّد** کے معنی نہیں دیتا اور ہمارے اس دعوے کی دلیل خود انہیں اَحادیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے وہ الفاظ ہیں جو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمائے ہیں:

پہلی حدیث میں فرمایا: ﴿**فَلْيُصَلِّ اِذا ذكرها**﴾

پس وہ نماز پڑھے جب اُسے یاد آئے۔

دوسری حدیث میں فرمایا: ﴿**فَلْيُصَلِّها اِذا ذكرها**﴾

پس وہ اُس نماز کو ادا کرے جب اُسے یاد آئے۔

تیسری حدیث میں فرمایا: ﴿ان یُصَلّیھا اِذا ذکرھا﴾

جب بھی اُسے نماز یاد آئے اُسے ادا کرے۔

آپ ﷺ کا تینوں عملوں کے جواب میں یہ فرمانا کہ جب اُسے یاد آئے وہ اُسے ادا کرلے اس بات کی دلیل ہے کہ ترک نماز کا عمل عمداً یا قصداً نہیں ہوا بلکہ سہواً ہوا جیسا کہ ہم ابتداءً عرض کرچکے ہیں لفظ ذکر: نسیان کے مقابلہ میں آتا ہے نہ کہ تعمّد کے مقابلہ میں، اُس کا یاد آنا ہی اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھولا تھا اگر بھولا نہ ہوتا تو یاد کیوں کرتا؟

منشاءِ حدیث یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا ہو وہ اُسے اُس وقت اُدا کرے جب اُسے یاد آئے، یہی اُس کا کفارہ ہے لیکن جس شخص نے چالیس، پچاس سال اُس کے ترک میں عمداً کھپا دیے ہوں اِسے نسیان نہیں، عصیان کہتے ہیں۔

اور اس عصیان و بغاوت کا کفارہ نمازوں کی قضا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بغاوت کے ہتھیار ڈال کر اشکِ ندامت بہاتے ہوئے، اعترافِ معصیت کرتے ہوئے، معافی کا ہاتھ بڑھا کر آئندہ اِس بغاوت کا اِعادہ نہ کرنے کا عزم وعہد ہے۔

(۲) قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں یہی بنیادی فرق ہے ایک شخص اپنے ارادے اور اختیار سے عمل کرتا ہے اور دوسرے سے سہواً ایسا ہو جاتا ہے یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

اِس لئے اِن میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ قیاس ہمیشہ **نظیر** پر ہوتا ہے **ضد** پر نہیں ہوتا اور تعمد نسیان کی ضد ہے نظیر نہیں ہے پھر ایک مسلمہ اُصول کے برخلاف آپ تعمد کو نسیان پر کیونکر قیاس کر سکتے ہیں اور شریعت نے بھی اس فرق کی رعائت رکھی ہے۔

☆☆☆

# قتلِ عمد اور قتلِ خطا میں فرق

قرآن کریم نے قتلِ عمد اور قتلِ خطا کی دو الگ الگ سزائیں مقرر فرمائی ہیں:

(۱) ارشاد فرمایا:

﴿ومن يقتل مؤمناً متعمّداً فجزاؤهٗ جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه واعدّلهٗ عذاباً عظيما﴾

(سورۃ نساء آیت ۹۳)

جس نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا اُس کی سزا دوزخ ہے اُس میں ہمیشہ رہے گا خدا کا غضب اور اُسکی لعنت ہے اُس پر اور اُس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) ﴿ومن قتل مؤمناً خطأً فتحرِيرُ رَقبةٍ مؤمنة ودية مسلمة الى اهلهٖ الا ان يصدقوا﴾

اور جس نے کسی مسلمان کو بھول کر قتل کیا تو (ایک تو) ایک غلام مسلمان آزاد کرے اور (دوسرا) مقتول کے وارثوں کو خون بہادے اِلّا یہ کہ وہ معاف کردیں۔

(۳) خود احناف نے بھی بعض دیگر اُمور میں قاصد اور غیر قاصد کے فرق کو تسلیم کیا ہے چنانچہ قصداً جھوٹی قسم کھانے والے پر احناف کے نزدیک کوئی کفارہ نہیں اور غیر قاصد پر کفارہ ہے۔

(۴) قتلِ عمد اور قتلِ خطاء پر بھی اَحناف کا نقطہ نظر یہی ہے کہ قتلِ عمد میں کفارہ نہیں ہے قتلِ خطاء میں کفارہ ہے۔

(۵) بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جبکہ عمداً کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۶) اَحناف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر التحیات میں بیٹھے ہوئے شخص کو

غیر ارادی طور پر حدث لاحق ہو اور وضو ٹوٹ جائے تو! فرماتے ہی

ہیں ﴿بطلت صلوٰتہٗ﴾ اس کی نماز باطل ہوگئی۔

اور اگر عمداً وقصداً دھماکے سے وضو توڑ دے تو ارشاد ہوتا ہے

﴿تمت صلوٰتہٗ﴾ اس کی نماز مکمل ہوگئی (ہدایہ وقدوری)

خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حضرت مفتی صاحب نے جن تین روایات پر اپنے مضمون وفتوے کی بنا رکھی ہے اُن تینوں روایات میں غیر قاصد کا ذِکر ہے جبکہ مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں قضائے عمری کی قید قاصد پر بھی لگائی ہے اور یہ غلطی بھی حسبِ معمول قصداً وعمداً ہی کی گئی ہے۔

(۷) مفتی صاحب نے اپنے مکمل مضمون میں ایک روایت بھی ایسی پیش نہیں فرمائی جس سے عمداً نماز ترک کرنے والے شخص کیلئے آپ ﷺ سے کوئی رہنمائی ملتی۔

محض قیاس آرائیوں سے فتوے صادر کرنا نہ تو قوم کی خدمت ہے اور نہ دین کی۔

(۸) جن تین روایت کو اپنے فتوے کی بنیاد بنایا ہے اُن تینوں روایات میں لفظ ﴿اذا ذکرھا﴾ موجود ہے جس کے معنی ہیں جب یاد آئے تب ادا کرے۔

یہ شخص تو بھولا ہی نہیں کیونکہ اس نے نماز عمداً ترک کی ہے نہ کہ نسیاناً اور جس دن جس وقت کی نماز اُس نے چھوڑی ہے اُسی دن اُس وقت کی وہ نماز اُسے یاد تھی اَب ﴿اذا ذکرھا﴾ کے تحت اُسی دن اُسے ادا کرنی چاہیے تھی، نماز چھوڑنے کا عمل تو اُس شخص کو پچاس سال پہلے یاد ہے اور ادائیگی کا عمل پچاس سال بعد کا ہے۔

(۹) حدیث پاک میں آتا ہے

﴿انما الاعمال بالنیات﴾ تمام عملوں کا دارومدار نیت پر ہے

قضائے عمری پڑھنے والا شخص پچاس، ساٹھ برس بعد جب نماز پڑھنے کھڑا ہوگا تو وہ کس دن کی نماز کی نیت کر کے کھڑا ہوگا؟ اس لئے کہ عرصہ اتنا بیت چکا ہے کہ اَب اُسے کچھ یاد نہیں ہے۔

(۱۰) جب اُسے یہ سب یاد تھا تب اُس نے عمداً نہیں پڑھا اب جب

بھول چکا ہے تو آپ اُسے پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں جبکہ حدیث میں ہے جب اُسے یاد آئے تب پڑھے۔

(۱۱) اس مضمون کی صرف یہی تین روایات نہیں بلکہ کتب حدیث میں متعدد روایات قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ مروی ہیں لیکن اُن تمام روایات میں غیر قاصد کا ذکر بالصراحت موجود ہے اُسے قاصد کیلئے تسلیم کرنا منشاءِ حدیث کے قطعی خلاف ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

(الف) ﴿من نسی صلوٰۃ اؤ نام عنها فکفارتها ان یصلیها اذا ذکرها﴾
(جو نماز پڑھنا بھول گیا ہو یا سو گیا ہو تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اُسے یاد آئے (یا آنکھ کھلے) وہ اُسے ادا کرے۔

(ابن خزیمه ص ۹۹۲، ابن جارود ص ۲۳۹، دارمی ج ۱ ص ۲۸۰، مصنف ابن ابی شیبه ج ۲ ص ۶۳، مسلم ج ۱ ص ۲۴۱، ابن حبان و الطحاوی و غیرها من الکتب)

(ب) ﴿من نام عن الصلوٰۃ فلیصل اذا استیقظ
ومن نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکر ﴾

جو نماز سے سو جائے وہ وہ جاگنے پر ادا کرے اور جو بھول جائے وہ

یاد آنے پر ادا کرے۔

(ابن ابی شیبہ ج۱ ص۴۱۱، طبرانی ج۲ ص۱۰۷، مسند ابو یعلی: ص۸۹۵، نسائی ج۱ ص۲۹۵، ابن خزیمہ ص۴۱۰)

(۱۲) جاگتے اور سوتے میں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق بھی معمولی نہیں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

جاگنے والا کسی کو اُوئے بھی کرے تو ہو جاتا ہے بدنام
سوتے میں کسی کو قتل بھی کردے تو پرچہ نہیں ہوتا !

(i) اگر اِن دونوں حالتوں میں فرق ہی ختم کر دیا جائے، تو کیا سوتے میں ایک شخص جن جن جرائم کا مرتکب ہوتا ہے اُسکے بیدار ہونے پر دنیا کی کسی عدالت میں یا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں وہ سزا کا مستحق ہے ؟؟

(ii) ایک شادی شدہ شخص محتلم ہوتا ہے کیا اُسکے بیدار ہونے پر اُسے سنگ سار کیا جائے گا؟ یا کنوارہ ہے تو اُسے سو کوڑے مارے جائیں گے؟

# غلط فہمی نمبر ۲

صحیح مسلم کتاب المساجد میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے

﴿اذا رقد احدکم عن ......... لذکری﴾

جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے تو (البلاغ) جب بھی اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (میری یاد آنے پر نماز قام کرو)

(۲) سنن نسائی کتاب المواقیت میں بھی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا غفلت سے چھوڑ دے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا کفارہ یہی ہے کہ اسے جب یاد آئے وہ نماز پڑھے"۔ (البلاغ:۴۴)

**ازالہ:-** ان دونوں روایتوں میں وہی مسئلہ بیان ہوا ہے جو پہلی روایت میں بیان ہو چکا ہے اور ان دونوں روایتوں میں بھی جان بوجھ کر قصداً و عمداً نماز چھوڑنے والے پر دس دس بیس سالوں کی نمازیں پڑھنے کو لازم قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی اشارۃً ان روایات

میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۲) مذکورہ احادیث میں معنوی تحریف بھی کی گئی ہے نسائی شریف کی روایت میں ﴿یغفل عنہا﴾ جس کا ترجمہ ہے جو اس سے غافل رہ جائے، یعنی اسے پتہ نہ لگے اور غفلت کی وجہ سے نماز چھوٹ جائے، لیکن مفتی صاحب نے اپنا خود ساختہ مسلک ثابت کرنے کیلئے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ جو غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے چھوٹ جانے اور چھوڑ دینے میں بہت فرق ہے۔

## غلط فہمی نمبر ۳:-

رسول اللہ ﷺ نے قضاء نمازوں کی کوئی تعداد متعین نہیں فرمائی غزوۂ خندق میں آپ ﷺ سے جب کئی نمازیں چھوٹیں آپ ﷺ نے سب کی قضاء فرمائی جس کا واقعہ حدیث کی تمام کتابوں میں تفصیل سے آیا ہے اور اس موقع پر بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس سے زیادہ نمازیں چھوٹ جائیں تو ان کی قضاء واجب نہیں۔ (البلاغ: ص۴۴)

☆☆☆

## ازالہ:-

غزوۂ خندق والی روایت سے استدلال متعدد وجوہ سے غلط ہے،

خود علماءِ احناف کے نزدیک بھی غلط ہے کیونکہ غزوۂ خندق میں نمازوں میں جو

تأخیر ہوئی تھی وہ نسیاناً ہوئی تھی نہ کہ قصداً۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۶، المسند الجامع ج ۵ ص ۱۶۱، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۱، فتح الباری ج ۲ ص ۸۸)

(۲) اگر عمداً تأخیر ہوئی تھی تب بھی وہ اتنے مشغول تھے کہ نماز کی ادائیگی کا انہیں موقع ہی نہیں ملا اور یہ بھی ایک عذر ہے۔

(عمدۃ القاری ج۵ ص ۹۱)

(۳) یہ تأخیر یا تو پہلے جائز تھی اور پھر صلوۃ الخوف کے حکم کے ساتھ منسوخ ہوگئی، پھر منسوخ حکم سے استدلال کرنا اس حکم کی منسوخی سے بھی زیادہ منسوخ وممسوح ہے۔

(۴) آپ ﷺ سے تو وہ نمازیں جس دن چھوٹی تھیں فرصت ملنے پر اور یاد آنے پر اسی دن ادا کیں انہیں دوسرے دن کیلئے بھی مؤخر نہیں کیا حالانکہ دن بھر کی تھکن اور پریشانی بھی اس کے ساتھ تھی افسوس ان علماء پر کہ وہ جس پیغمبر کا عمل پیش کر رہے ہیں وہ پیغمبر اپنے

عمل کی ادائیگی میں ایک دن کی تا ٔخیر بھی گوارا نہیں کرتا ، جب کہ بچاری عوام کو پچاس، ساٹھ سال تک اپنی نمازیں مؤخر کر کے ادائیگی کے فتوے دیئے جا رہے ہیں۔

(۵) حالتِ جنگ اور حالتِ امن میں فرق ہوتا ہے اس لئے حالتِ جنگ کو حالتِ امن پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اسی لئے صلاۃ الخوف کے تذکرہ کے بعد فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَاِذَا اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ﴾......(البقرہ :الایۃ ۲۳۹)

حالتِ خوف سے حالتِ امن میں آنے کے بعد نمازیں اسی طرح پڑھو جس طرح اُس نے تمہیں سکھایا ہے۔

﴿فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾(النساء :الایۃ ۱۰۳)

صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خوف کی حالت اور امن کی حالت یکساں نہیں ہے پھر ایک حالت کو دوسری حالت پر کیسے قیاس کر سکتے ہیں؟؟۔

(۶) فرض کر لیجئے کہ کسی شخص کی ۱۰ سال کی نمازیں رہتی ہیں اب وہ قضائے عمری کے ارادے سے آنے والے دس سالوں میں

ادائیگی کی نیت کرے تو کیا مفتی صاحب اُسے یہ گارنٹی دیں گے کہ وہ آنے والے دس سالوں میں زندہ رہے گا؟

(۷) یہاں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عمر بھر کی نمازیں قضا کرنی ضروری ہیں اُن سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک شخص پر ۵۰ برس کی نمازیں فرض تھیں اُس نے قضائے عمری کے طور پر اُن کی ادائیگی شروع کر دی لیکن ابھی بمشکل ایک برس کی نمازیں پڑھ پایا تھا کہ فوت ہو گیا، اب اُس کی ۴۹ برس کی نمازیں جو باقی ہیں ان کا کیا بنے گا ؟

تو جواب ملتا ہے کہ اگر اُس نے صدق دِل سے توبہ کی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر دیگا؟ یعنی بات تو پھر بھی توبہ پر ہی ختم ہوئی یہی بات ہم کہتے ہیں کہ جب ایک شخص ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکل کر ہدایت و فرمانبرداری کی روشنی میں قدم رکھتا ہے تو صدقِ دل سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے، آئندہ اُس کے نہ دُہرانے کا عزم لئے ہوئے، ندامت کے اشک بہاتے ہوئے، جب بارگاہِ ایزدی میں معافی کا طلب گار ہوتا ہے، تو قسم ہے پیدا کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کی رحمت دوڑ کر اس کا استقبال کرتی ہے اور خداوند قدوس اُس کے آنسو اپنے دامنِ رحمت سے پونچھ

لیتا ہے۔ جب مرنے کے بعد اُس سے معافی کی اُمید ہے تو زندگی میں مایوسی کیوں؟؟

## غلط فہمی نمبر ۴

قرآنِ کریم نے روزوں کی فرضیت کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمادیا ہے کہ

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾

تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی پوری کرے۔

اس آیتِ کریمہ میں یہ عام حکم دے دیا گیا ہے کہ جب روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے نہ رکھے جا سکے ہوں تو بعد میں ان کی قضاء کرلی جائے اس میں یہ نہیں بتایا گیا نہ اس کے بتانے کی ضرورت تھی کہ ایک رمضان کے روزے چھوٹنے کا یہ حکم ہے یا دو رمضانوں کے روزے چھوٹنے کا، بلکہ ایک عام حکم دے دیا گیا ہے جو روزے چھوٹنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے اب اگر کسی شخص کے دو رمضان کے روزے چھوٹ گئے ہوں اور وہ اس دلیل کا مطالبہ کرے کہ دو رمضان کے روزے چھوٹنے کیلئے کوئی الگ حکم ہونا چاہئے تو جس طرح اس کا مطالبہ غلط اور جاہلانہ مطالبہ ہوگا، اسی طرح زیادہ نمازوں کی قضاء کیلئے الگ دلیل کا مطالبہ بھی اتنا ہی غلط مطالبہ ہے۔

(البلاغ:۴۵)

## ازالہ:-

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو روزے حالتِ مرض یا حالتِ سفر میں چھوٹ جائیں تو اُنکی گنتی دوسرے دنوں سے پوری کی جائے یہ حکم عام ہے اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ روزے ایک رمضان کے چھوٹے ہوں یا زیادہ رمضانوں کے لہٰذا ثابت ہوا کہ قضائے عمری عین تقاضائے قرآن وسنت ہے (العیاذ باللہ)۔

اگر یہ عموم ہی اصل دلیل ہے تو پھر اس سے گزشتہ ۶۰ برس کی نمازیں قضاء کرنے کا حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ ۶۰ برس کے روزے رکھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(۲) نماز اور روزہ کے احکام میں فرق ہے محترم مفتی صاحب کی خدمت میں اتنا عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ ایک خاتونِ خانہ کی ۳۰ برس کی نمازیں رہتی ہیں اور آپ اُسے قضائے عمری کی شکل میں ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ حالتِ حیض میں اگر سب سے زیادہ اقل مدّت جو احناف کے نزدیک تین دن ہے اس اقل مدّت میں اُس خاتون سے جو نمازیں رہ جائیں تو کیا وہ ان نمازوں کو قضاء کرے گی؟

(۳) حالتِ حیض میں روزے چھوٹ جائیں تو اُسے وہ ادا کرے اور اگر حالتِ حیض میں نماز چھوٹ جائے تو اُسے ادا نہ کرے،

کیا اس تفریق سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ احکامِ صلوٰۃ کو احکامِ صیام پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ؟۔

(۴) سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں مریض اور مسافر کیلئے یہ صراحت موجود ہے کہ ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَر﴾

کہ وہ چھوٹے ہوئے روزے دوسرے دِنوں کی گنتی سے پورا کریں۔

کیا مریض اور مسافر کیلئے نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ مریض جب ہسپتال سے گھر واپس آئے تب پڑھے یا مسافر جب سفر سے حضر میں آئے تب پڑھے۔

(۵) عمر رسیدہ شخص جو روزہ رکھنے کے قابل ہی نہ ہو یا مریض الدائم جس کے تندرست ہونے کے آثار ہی نہ ہوں وہ روزہ رکھنے کی بجائے فدیئے کے طور پر ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا

کھلائے گا۔

کیا عمر رسیدہ شخص اور دائمی مریض کی نمازوں کا بھی یہی حکم ہے ؟

خدا کیلئے اپنے مُریدوں کے حال پر رحم کیجئے۔

تنبیہ :۔ قرآن کریم میں عمومی حکم موجود ہے

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (البقرہ : ۲۳۳)

جو مائیں اپنے بچوں کو مکمل مدت دودھ پلانا چاہتی ہیں تو وہ دو سال ہے۔

جبکہ احناف کے نزدیک مدتِ رضاعت ۲ سال چھ ماہ ہے یہاں قرآن کریم کے عموم سے روگردانی کیوں؟

## غلط فہمی نمبر ۵

قضاء نمازوں کیلئے الگ دلیل کا مطالبہ کرنا......غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عام حکم سے استثناء کا دعویٰ کرے تو دلیل اُسکے ذمہ ہے۔ (البلاغ:۴۵)

❀❀❀❀❀
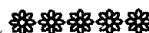
## ازالہ:-

مذکورہ عبارت سے اتنا تو ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اگر حکم عام سے استثناء کا دعویٰ دلیل کے ساتھ ہو تو پھر اس کا ماننا معترض کے ذمہ ہے۔

چنانچہ حدیثِ پاک میں وارد ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

﴿سَرنامع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِي غَزوةٍ أوقال في سرِيةٍ فلما كان آخرَ السَّحر عَرسنَا فما استيقظنا حتى أيقظنا حرُّ الشَّمسِ فَجعلَ الرّجلُ مِنّا يَثبُ فزعاً دَهشاً فلما استيقظَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أمرَنا فارتحلنا ثم سرنا حتى ارتفعتِ الشّمسُ فقضَى القومُ حوائجهم ثم امر بلالاً فأذن فصلّينا ركعتين ثم امرفأ قام فصلى الغداة فقلنا يا نبيَ اللہ أ لا نقضيهما لو قتهما مِنَ الغداةِ فقال لهم صلی اللہ علیہ وسلم أيَنها كم اللہُ عنِ الرّبا ويقبلهُ منكم﴾

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۶، بیھقی ج ۲ ص ۲۱۷، مسند احمد وغیرہ)

ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو سفر کیا پس جب ہم رات کے آخری

حصہ میں پہنچے تو کچھ دیر کیلئے آرام کیا، ہماری آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ سورج کی تپش نے ہمیں جگایا، پس ہم میں سے ہر ایک شخص خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں کھڑا ہوگیا! پس جب رسول اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا کوچ کرو پھر ہم چلے یہاں تک کہ سورج بلند ہوگیا اور لوگ حوائج ضروریہ میں مصروف ہوگئے، پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا! اُس نے اذان دی ہم نے دو رکعتیں پڑھیں پھر حکم فرمایا، اقامت کیلئے پس صبح کی نماز پڑھی پس ہم نے کہا اے اللہ کے نبی کیا ہم اِسے (آنے والے) کل میں قضا نہ کریں پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (رِبا) سود سے تمہیں منع کیا ہے پھر وہ تم سے کیسے قبول کرے گا؟۔

مذکورہ حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ صحابہ کرام نے اُس نماز کو آنے والے کل میں اُسی وقت میں ادا کرنے کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک دن کی تأخیر کی اجازت بھی نہیں دی لیکن قربان جایئے دارالعلوم کراچی کی وسعتِ قلبی اور وسعتِ نظری پر جہاں سے ساٹھ ساٹھ، ستر ستر برس تک کی مسلسل نمازیں قضا کرتے رہنے کی

مسلسل تلقین ہوتی رہتی ہے۔

(۲) مطلق قضاء نمازوں کیلئے اگر الگ دلیل آپ کے پاس نہیں ہے تو ہم بھی اس کا مطالبہ نہیں کرتے لیکن **عمد، نسیان** اور **غفلت** کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے کیونکہ شریعت نے **نائم، ناسی، غافل** اور **متعمّد** کے احکام میں فرق رکھا ہے جسے ہم گزشتہ صفحات میں ﴿قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں فرق﴾ کے عنوان سے تحریر کر چکے ہیں۔

(۳) جہاں تک ہم سے اِستثناء کی دلیل کا مطالبہ ہے سو یہی روایت جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے استثناء کی واضح دلیل ہے کیونکہ آپ قضائے عمری ادا کرنے والے شخص کو چالیس پچاس سال بعد قضاء کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ شارع علیہ السلام نے اُسے آنے والے کل تک کی قضائی سے بھی روک دیا۔

یہی اِستثناء کی دلیل ہے۔

(۴) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ قضائے عمری پر مکمل بحث کرنے کے

بعد خلاصے کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں جسے علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں نقل کیا ہے۔

﴿من نسی، تمسک بدلیل الخطاب من قال ان العامد لا یقضی الصلوٰۃ لان انتفاء الشرط یستلزم انتفاء المشروط فیلزم منه أن من لم ینس لا یصلی وَالیٰ ذالک ذهب داؤد وابن حزم وبعض اصحاب الشافعی وحکاه فی البحر عن ابن الهادی والاستاذ و روایة عن القاسم والناصر قال ابن تیمیہؒ حفید المصنف والمنازعون لهم لیس لهم حجة قط یردّ الیها عندالتنازع﴾ (نیل الاوطار ج۲ص۲)

یعنی مانعینِ قضاء کے مخالفین کے پاس قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں جس پر فیصلہ کیا جا سکے شیخ الاسلامؒ نے اپنا مؤقف بالکل واضح فرما دیا ہے کہ قضائے عمری کے قائلین کے پاس قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس پر فیصلہ ہو سکے۔

❀❀❀❀

## غلط فہمی نمبر ۶
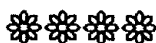
یہ موقف صرف حنفی علماء کا نہیں ہے بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی تمام مکاتب فکر اس پر متفق ہیں۔ (البلاغ : ص ۴۵)

**ازالہ :-**

مذکورہ عبارت سے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ مسئلہ اسلاف میں مختلف فیہ نہیں رہا بلکہ تمام مسالک کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے اور جھوٹ پر مبنی ہے، قصداً چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا پر قطعاً اجماع نہیں ہے بلکہ سلف صالحین میں شروع سے اس مسئلہ پر اختلاف چلا آ رہا ہے، جیسا کہ

☆ شیخ الاسلام امام ابن قیم حنبلیؒ نے ''کتاب الصلوٰۃ ص ۳۶، ۴۹'' میں

☆ علامہ شوکانیؒ نے ''نیل الاوطار ج ۲ ص ۴'' میں

☆ علامہ ابن رشد مالکی نے بدایۃ المجتہد ص ۱۳۲ میں

☆ علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۳ میں

☆ علامہ ابن حزم نے المحلی ج ۲ ص ۱۳ میں نقل کیا ہے۔

❁❁❁

# وہ صحابہ کرام، تابعین اور دیگر محققین عظام جو قضائے عمری کی بجائے توبہ کو کافی سمجھتے ہیں

(۱) خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (الزهد ص ۳۱۹ ۔لابن مبارکؒ)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(۷) قاسم بن محمدؒ (۸) محمد بن سیرینؒ (۹) عمر بن عبدالعزیزؒ

(۱۰) بدیل العقیلیؒ (۱۱) مطرف بن عبداللہؒ

(کتاب الصلوٰۃ ابن قیم ص ۸۰ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۳)

(۱۲) القاسمؒ (۱۳) الناصرؒ (۱۴) امام ابن تیمیہؒ

(۱۵) امام ابن قیمؒ (۱۶) علامہ شوکانی وغیرھمؒ

(نیل الاوطار (دارالفکر) ، المحلیٰ ج ۲ ص ۱۳ مصنف عبد الرزاق (۳۷۴۷)

اس قدر جلیل القدر ائمہ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کی مخالفت کے باوجود اس پر اجماع اُمت کا فتویٰ صادر فرمانا کس قدر چوری اور سینہ زوری ہے۔

اس تصریح کے بعد اجماع ثابت ہو یا نہ ہو البتہ حضرت مفتی صاحبؒ کی مذاہب سے ناواقفیت تو ثابت ہو ہی جاتی ہے۔

## شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا مذہب

علامہ ابن تیمیہؒ نے مختلف مذاہب نقل کیے ہیں مگر عجمی کاروباریوں نے ان نقول کو شیخ الاسلامؒ کا مذہب قرار دے دیا شیخ الاسلامؒ کا اپنا مؤقف غلط فہمی ۵ کے ازالے کے تحت جز نمبر ۴ میں ہم نقل کر چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے مندرجہ بالا حوالوں میں شیخ الاسلامؒ کا مذہب حنفی مذہب کے بالکل خلاف ہے وہ تو فرماتے ہیں قصداً نماز چھوڑنے والے کے لیے قضاءِ عمری کے قائلین کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔

(کتاب الصلوۃ لابن قیم، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲)

ان کے الفاظ اتنے واضح ہیں کہ فرماتے ہیں

﴿لیس لهم حجة قط یرد الیها عند التنازع﴾

"ماہنامہ البلاغ" میں ص ۴۸ پر علامہ ابن تیمیہؒ کا قول تو نقل کی ہے۔

المسارعة الی قضاء الفوائت الکثیرة اولیٰ من الاشتغال عنها بالنوافل

جب چھوٹی ہوئی نمازیں بہت ساری ہوں تو ان کو قضاء کرنا نفلوں میں مشغول رہنے سے بہتر ہے۔

لیکن نیت میں چونکہ فتور تھا اس لئے جس لفظ کا ترجمہ اَپنے مؤقف کے خلاف جاتا تھا اُس کا ترجمہ نظر انداز کیا چنانچہ ''المسارعۃ'' کو بڑی سُرعت کے ساتھ ہضم فرما گئے، جس کے معنی ہیں ''فی الفور'' یعنی چھوٹی ہوئی نمازوں کو فی الفور ادا کرے۔

لیکن قضائے عمری کیلئے تیس سالوں کی نمازیں تو تیس سال میں ادا ہونگی پھر وہ مسارعۃ کے زمرے میں کہاں آئیں گی۔

## اجماع کا ڈھونگ

اَحناف کے کتنے مسائل ایسے ہیں جو صریحاً اجماع کے بھی خلاف ہیں اور جمہور کے بھی خلاف ہیں!

(۱) زکوٰۃ الجنین پر تمام صحابہ و تابعین کا اِجماع ہے یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ، امام محمد اور امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے،

لیکن احناف اسکارد کرتے ہیں۔

(نیل الاوطار ج۶ ص ۱۴۵)

(۲) خلفاء راشدین ائمہ ثلاثہ اور دیگر فقہاعیدین میں بارہ تکبیروں کے قائل ہیں۔ (ترمذی مع احوذی ج ۱ ص ۳۷۶)

مگر احناف انہیں بدعت کہتے ہیں!! کیوں ؟

(۳) بغیر ولی کے نکاح کی عدم صحت پر صحابہ کا اجماع ہے،

مگر احناف صحابہ کے اجماع کے برعکس نکاح کو صحیح تسلیم کرتے ہیں!!

کیوں ؟؟ ؟

(۴) تمام صحابہ کرامؓ صحیح احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں عقیقہ کو مسنون سمجھتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

جبکہ احناف کے نزدیک عقیقہ سنت نہیں بلکہ مکروہ یا بیکار ہے۔(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۲۷، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۶۲)

(۵) اَحادیثِ صحیحہ میں ریشم حرام ہے لیکن اَحناف کے نزدیک اس کا گدا بنانا، بستر بنانا، تکیہ بنانا، پردے بنانا جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۳۳۱)

(٦) صدقۃ الفطر کیلئے آپ ﷺ سے نص صریح موجود ہے کہ عید کی نماز کے بعد صدقۃ الفطر کی اَدائیگی نہیں ہے۔

جبکہ اَحناف کے تمام مشائخ عید کی نماز کے بعد بھی اُسکی ادائیگی کو درست سمجھتے ہیں، بلکہ یک نہ شُد دو شُد کے مصداق بن کر اِرشاد فرماتے ہیں! سارا سال جب بھی ادا کرے وہ صدقۃ الفطر کہلائے گا !!! (فتاویٰ عالمگیری باب ۸ص ۱۹۲)

(٧) مدّت رضاعت نص صریح سے دو سال ثابت ہے جبکہ احناف کا فتویٰ اس کے برعکس دو سال چھ ماہ ہے۔

(٨) جس عورت کا خاوند گم ہو جائے وہ حنفی فتوے کے مطابق ۹۰ سال انتظار کرے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے بالکل مخالف ہے۔

فرض کر لیجئے کہ ۲۰ سال کی عمر میں لڑکی کی شادی ہوئی پانچ سال بعد خاوند گم ہوگیا ۲۵ برس عمر ہوگئی، اَب ۹۰ سال انتظار کرے جب تک عمر ۱۱۵ سال ہو جائے اَب شادی کرے !!! یاللعجب۔

﴿ ارے کوئی تو دولہا سے پوچھے کہ اُسے بیوی کی ضرورت تھی یا دادی کی ﴾

(یہ سب اندھی تقلید کی کارستانیاں ہیں)

## غلط فہمی نمبر ۷

امام محمدؒ کے فتوے کی روشنی میں مفتی صاحب فرماتے ہیں قضائے عمری کرنے والے کو مرجانے کا خوف ہو تو وہ اپنی زندگی میں وصیت کر دے کہ نمازوں کا فدیہ اُسکے ترکہ سے بحساب روزے کے فدیہ کے ادا کر دیا جائے لیکن یہ وصیت نہ کی ہو تو پھر ورثاء پر اُسکی ادائیگی ضروری نہیں۔........... اللہ سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ مرحوم کو معاف فرمادینگے۔

(البلاغ : ص۵۲،۵۳)

❋ ❋ ❋

ازالہ:-

گزشتہ صفحات میں مفتی صاحب بیان فرما چکے ہیں کہ نصوصِ شرعیہ سے یہی ثابت ہے کہ جس نے بھی نمازیں عمداً یا سہواً چھوڑی ہوں اُن کا کفارہ صرف اور صرف قضائے عمری ہے حتی کہ توبہ سے بھی معافی نہیں ہے۔

اَب فدیئے کے ذریعہ کفارہ ادا کرنا آپکی پیش کردہ نصوصِ شرعیہ کے منافی نہیں؟

(۲) اگر قضائے عمری یا فدیہ میں سے ایک چیز لازم ہے تو پھر ادائیگی کے بغیر مر جانے کی صورت میں معافی کی اُمید کس شرط و بنیاد پر قائم ہے۔

(۳) اگر دونوں میں سے ایک کی ادائیگی لازم ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرض ہو گا جس کا چکانا میت یا ورثاء پر فرض ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس کا قرض ادا کیا جائے۔

لیکن آپ نے ادائیگی قرض کیلئے بھی ایک تہائی کی شرط لگا دی جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قرض سب سے پہلے ادا کیا جائے اور اُس کے لئے کسی تناسب کی کوئی قید نہیں۔

(۴) قضائے عمری اگر مرنے والے پر قرض ہے تو پھر وہ وصیت کرے یا نہ کرے اُسکی ادائیگی ورثاء کے ذمہ ہے آپ نے یہ چھوٹ کس نص شرعی کے تحت دی ہے؟

(۵) تیس سال کی نمازوں میں سے بمشکل اُس نے ایک سال کی نمازیں ادا کی تھیں کہ وہ فوت ہو گیا اور وصیت بھی نہیں کر سکا ورثاء

نے اُس کا کوئی فدیہ بھی نہیں دیا اَب اُس کی بقیہ ۲۹ برس کی نمازوں کا کیا بنے گا؟

## غلط فہمی نمبر ۸

قضائے عمری کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرے اگر زیادہ پڑھنے کا موقع ملے تو زیادہ بھی پڑھ لے۔

(البلاغ:ص۵۳)

**ازالہ:-**

جو دلائل مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں بیان فرمائے ہیں اُن سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹ جانے والی نمازیں فوراً ادا کرے جیسے وہ عذر ختم ہوا اُسے ادا کیا جائے یعنی اگر بھولا ہے تو یاد آنے پر، اگر سویا ہے تو جاگ آنے پر، اگر خوف یا دیگر کوئی عذر ہے تو اُس کے رفع ہو جانے پر فوراً ادا کرے۔

لیکن یہاں پانچ نمازیں یا کچھ زائد روزانہ پڑھنے کا مشورہ ہے جس کی ادائیگی کم و بیش ۲۵، ۳۰ برس میں ممکن ہو سکے گی یہ حکم کس نص کے تحت ہے جبکہ آپ ﷺ کی جب بھی نماز رہی آپ ﷺ نے فی الفور ادا فرمائی حتیٰ کہ دوسرے دن تک کیلئے بھی مؤخر نہیں کیا۔

(۲) فدیہ کیلئے روزوں پر قیاس کس دلیل کے تحت کیا گیا اور اگر روزوں کا فدیہ ہی نماز کا فدیہ ہے تو کیا ایامِ مخصوصہ میں خاتون بھی چھوڑی ہوئی ان نمازوں کا فدیہ ادا کرے گی؟ جب کہ شرعی حکم اس کے برخلاف ہے۔

## غلط فہمی نمبر ۹

یہ کہنا کہ قضائے عمری پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں صرف توبہ کافی ہے گمراہی کی بات ہے۔ ........ جواس قسم کی باتیں کرے اس کے دروس پر بھی ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (البلاغ:ص۵۳)

ازالہ:-

کیا جن مسائل میں احناف میں بھی اختلاف رہا ہو یا ایک فریق اپنی تحقیق اور دلائل کی بنیاد پر آپ کے خلاف نظریہ رکھے تو وہ گمراہ ہے نعوذ باللہ جلیل القدر صحابہ کرام، تابعین ائمہ فقہا اور محدثین کے مابین بے شمار مسائل میں اختلافات منقول ہیں کیا دارالعلوم کراچی سے ان کی گمراہی کے فتوے بھی صادر ہونگے؟

جیسے عبداللہ بن مسعودؓ و ابوذرؓ وغیرھم ﷺ کے اختلافات باقی صحابہ سے تھے۔

(۲) دیوبندی جماعت کے حیات النبیؐ کے مسئلہ پر دو گروہ ہیں
ایک درخواستی گروپ (حیاتی) کہلاتا ہے۔
دوسرا غلام خانی گروپ (مماتی) کہلاتا ہے۔
ایک کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ اپنے روضے میں زندہ ہیں۔
اور دوسرے کے نزدیک وفات پا چکے ہیں۔ فریقین میں اس موضوع پر مناظرے بھی ہوتے ہیں لیکن مفتی صاحب اپنے اس اصول کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ دونوں میں سے کون سا گروہ گمراہ ہے اور کس گروہ کے دروس میں ہمیں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

(۳) کسی شخص کی کسی مسئلہ میں تحقیق سے اگر آپ مطمئن نہ ہوں تو کیا یہ ضروری ہے کہ اس کی اس ایک بات کی وجہ سے آپ اس کی تمام باتیں سننے سے انکار کر دیں؟

(۴) امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بے شمار مسائل میں اپنے شیخ کی مخالفت کی ہے گویا بہت سارے مسائل میں صاحبین کی رائے اپنے شیخ کے خلاف ہے تو کیا آپ کے اس فتوے کا بارود ان کے بے داغ دامن تک بھی پہنچے گا؟

# عمل کی راہ میں رکاوٹ

درحقیقت چھوٹ جانے اور چھوڑ دینے کے فرق کو نہ سمجھنے کی بنا پر یہ اختلاف پیدا ہوا حالانکہ رسولِ پاک ﷺ سے جہاں بھی اس کا ذکر ملتا ہے وہ نسیان، نیند یا کسی اور عذر کی بنیاد پر نماز کے ترک ہو جانے کا ذکر ملتا ہے اور اسی کی ادائیگی کا فوری حکم ہے۔

عجمی کاروباریوں نے یہ ایک مخصوص اصطلاح قضائے عمری کے نام سے نکال کر لوگوں کیلئے عمل کی راہ میں ایک دیوار کھڑی کر دی ہے۔

تاکہ اُسے ڈرایا جا سکے کہ اگر تو اب نمازیں شروع کریگا تو تجھے ساٹھ سال پہلے کی نمازیں بھی پڑھنی پڑیں گی، ساٹھ سال کے روزے بھی رکھنے پڑیں گے اور اگر ساٹھ سالوں سے مال دار ہے تو اتنے سالوں کی زکوٰۃ بھی دینی پڑے گی تاکہ وہ اپنے سامنے ان تین بڑی دیواروں کو دیکھ کر الٹے پاؤں واپس ہو جائے کہ اب نماز روزہ شروع کرنا نہ تو میرے بس میں ہے اور نہ ہی میری استطاعت میں۔

☆☆☆

# توبہ گناہوں کا تریاق ہے

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَبَیَّنُوۡا...... ﴾

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنے عمل کی اصلاح کی اور احکامِ الٰہی کو صاف صاف بیان کیا تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے قصور میں معاف کر دیتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہوں۔ (سورۃ البقرۃ:۱۶۰)

(۲) ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ﴾

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والوں کو اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (البقرۃ:۲۲۲)

(۳) ﴿وَالَّذِیۡنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡ بَعۡدِہَا وَاٰمَنُوۡۤا اِنَّ رَبَّکَ مِنۡ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾

جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے بے شک تیرا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

(اعراف:۱۵۳)

(۴) وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

بے شک میں ہر اس شخص کو بخش دینے والا ہوں جو توبہ کرے ایمان لائے اور عملِ صالح کرے پھر سیدھی راہ چلے۔ (طٰہٰ:۸۲)

(۵) اے ایمان والو اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ کرو قریب ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہارے گناہوں کو دور کردے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ (تحریم:۸)

(۶) ﴿وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا﴾

اُس سے بخشش مانگو بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(سورۃ النصر: ۳)

(۷) حدیث میں فرمانِ نبوی ہے:

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ﴾

(ابن ماجه باب ذکر التوبه)

کہ گناہ سے توبہ کرنے والا (توبہ کے بعد) گناہوں سے ایسے پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(۸) حدیثِ نبویؐ ہے "اسلام قبول کرنا، ہجرت کرنا سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور اسی طرح حج سے متعلق بھی یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔

مندرجہ بالا تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ گناہوں کا داغ کس قدر پکا، کس قدر گہرا اور کس قدر پرانا کیوں نہ ہو توبہ ان تمام داغوں کو مٹا دیتی ہے حتیٰ کہ کفر، شرک، الحاد اور ارتداد جیسے پختہ داغ دھبے بھی توبہ کے صابن سے صاف ہو جاتے ہیں تو پھر کیا ترکِ نماز ان تمام گناہوں سے حتیٰ کہ کفر اور شرک سے بھی بڑھ کر ہے کہ توبہ سے یہ معاف نہ ہو، سلف صالحین میں اس مسئلہ میں بحثیں رہیں ہیں کہ بعض اس کے ترک کو کفر اور شرک کہتے ہیں اور بعض نہیں کہتے۔

لیکن جو کفر کا فتوی دیتے ہیں ان کے فتوے کو بھی اگر مدِ نظر رکھا جائے، تب بھی یہی بات سامنے آتی ہے کہ جب توبہ سے کفر دھل رہا ہے تو اس کی وہ زندگی جو اس نے کلمہ پڑھنے کے بعد پھر کفر اور شرک میں گزار دی اور اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد و پیمان کی کوئی پاس داری نہ کی اور اب اسے احساس ہے، ندامت ہے، خوفِ خدا ہے اور آئندہ نافرمانیوں کی روش اختیار نہ

کرنے کا پختہ عزم ہے اور وہ رات کے سناٹے میں بارگاہِ ایزدی میں دستِ سوال دراز کرتا ہے اور ندامت کے دو اشک گراتا ہے اور زبان سے :

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ﴾

کہتا ہے تو اس کی توبہ کیوں قبول نہ ہو اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو ارحم الراحمین کیوں خالی لوٹائے گا؟ جب کہ وہ خود کہتا ہے جو مجھ سے نہیں مانگتا میں اس سے ناراض ہوجاتا ہوں۔

اسی طرح مسلم شریف میں ایک مفتی سمیت ۱۰۰ آدمیوں کے قاتل کی معافی کا ذکر ہے جو محض توبہ سے ہوئی، حالانکہ قتل تو حقوق العباد میں سے ہے جبکہ نماز تو سراسر حقوق اللہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز دین کا اہم رکن ہے جان بوجھ کر اُسے ترک کر دینا بہت بڑا گناہ اور جرم ہے اور جمہور علماء کے نزدیک نماز چھوڑنے کا جرم قتل، زنا، چوری اور شراب نوشی سے بھی سنگین ہے اس کے سنگین جرم ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن بے نماز کے کافر ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اس اختلاف سے قطع نظر ائمہ دین نے تارکِ نماز کیلئے سخت سزائیں مقرر کی ہیں جیسے قتل کر دینا یا عمر بھر کیلئے قید کر

دینا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا وغیرہ

ائمہ دین کی ان آراء سے اس جرم کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے لیکن جرم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اعترافِ جرم، ندامت اور توبہ گناہوں کی اُس بھٹی پر پانی کا کام کرتی ہیں حتیٰ کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ محض اُونٹوں کے لالچ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا عزم کرتے ہیں لیکن جب توبہ کرلی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس جرم کو نامۂ اعمال سے بھی خارج کردیا پھر کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا دیگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طعنہ نہیں دیا اس لئے کہ سچی توبہ سے وہ جرم مٹ چکا ہے۔

## شیطان مایوسی پیدا کرتا ھے

(مفتی جسٹس تقی عثمانی صاحب کی عبارت)

مفتی دارالعلوم کراچی جناب جسٹس تقی عثمانی صاحب کی ایک عبارت ہمارے مؤقف کی تائید کرتی ہے فرماتے ہیں۔

جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھولا ہوا ہے تو پھر مایوسی کیسی؟ یہ جو بعض اوقات ہمارے دِل میں خیال آتا ہے کہ ہم تو بڑے مردود ہوگئے ہیں

، ہم سے عمل وغیرہ ہوتے نہیں ہیں گناہوں میں مبتلا ہیں ، اس خیال کے بعد

مایوسی دِل میں پیدا ہوجاتی ہے۔

یادرکھو!

یہ مایوسی پیدا کرنا بھی شیطان کا حربہ ہے اس لئے کہ شیطان دِل میں

مایوسی پیدا کر کے انسان کو بے عمل بنانا چاہتا ہے۔ ارے تم یہ دیکھو کہ جس

بندے کا مالک رحمٰن اور رحیم ہے کہ اُس نے مرتے دم تک توبہ کا دروازہ

کھول دیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو بندہ توبہ کر لے گا، اُس کے گناہ نامۂ

اعمال سے بھی مٹا دیں گے کیا وہ بندہ پھر بھی مایوس ہو جائے گا

اس کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بس اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر

استغفار کرے اور توبہ کرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے ۔

(اصلاحی خطبات ج٦ ص٣٩)

خط کشیدہ جملوں پر غور فرمائیں ہم نے بھی صرف یہی گزارش کی ہے

کہ جو مسلمان ہوتا ہے اُسے ہونے دیا جائے ٤٠، ٥٠ برس کی نمازوں کی ادائیگی

اور اتنے ہی روزوں اور اتنے برسوں کی زکوتیں وصول کرنے کی دھمکیاں دے

کر اُسے عمل سے دور نہ کریں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کریں وہ

سچی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ معاف کردے گا۔ (انشاءاللہ)

## پچھلے گناہ بھلا دو

(مفتی جسٹس تقی عثمانی صاحب کی عبارت)

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم یہ دونوں قسم کی توبہ کرلو۔ (اجمالی، تفصیلی) تو اس کے بعد اپنے پچھلے گناہوں کو یاد بھی مت کرو، بلکہ اُن کو بھول جاؤ اس لئے کہ جن گناہوں سے تم توبہ کر چکے ہو ان کو یاد کرنا ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی ناقدری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ جب استغفار کروگے، اور توبہ کروگے تو میں تمہاری توبہ کو قبول کرلوں گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردوں گا اب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا، لیکن تم الٹا ان گناہوں کو یاد کرکے ان کا وظیفہ پڑھ رہے ہو یہ اُس کی رحمت کی ناقدری ہے کیونکہ ان کی یاد بعض اوقات حجاب اور رکاوٹ بن جاتی ہے اس لئے اُن کو یاد مت کرو.................مزید فرماتے ہیں!

اللہ تعالیٰ نے توبہ کے بعد ہمارے پچھلے گناہوں کو معاف کردیا ہے اور ہمارے نامۂ اعمال سے مٹادیا ہے لیکن تم ان کو یاد کرکے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ابھی ان گناہوں کو نہیں مٹایا اور میں تو ان کو مٹنے نہیں دوں گا، بلکہ ان کو یاد کروں گا تو اس طریقے میں اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کی ناقدری اور ناشکری ہے اس لئے کہ جب اُنہوں نے تمہارے اعمال نامے سے ان کو مٹادیا ہے تو اب ان کو

بھول جاؤ اور مت یاد کرو۔

(اصلاحی خطبات جسٹس تقی عثمانی ج ٦ ص ٦٣، ٦٤)

عثمانی صاحب کی اس عبارت سے ہمیں اتفاق ہے اَب ہم جناب مفتی صاحب سے صرف اتنی گزارش کریں گے کہ

(۱) کیا ترک نماز ثواب کا کام ہے یا گناہ کا؟

(۲) اگر یہ گناہ کا کام ہے اور یقیناً گناہ ہی کا کام ہے تو اِسے کیوں نہ بھلایا جائے۔

(۳) قضائے عمری پر عمل پیرا ہونے والا جب روزانہ کی پانچ نمازوں کے ساتھ ۴۰ برس پُرانی نمازیں دہرائے گا تو کیا یہ سابقہ گناہوں کو یاد کرنے کے مترادف نہیں ہے؟

(۴) جب اُس نے اپنی سابقہ بدعملی کی زندگی سے توبہ کر کے اور اصلاح کی طرف قدم بڑھا لیا ہے اور روزانہ استغفار بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی اُمید بھی رکھتا ہے پھر بھی ۴۰ برس پُرانے گناہوں کو پھر سے روزانہ یاد کرتا ہے تو کیا اُس کا یہ عمل آپکی مذکورہ عبارت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کی ناقدری اور ناشکری نہیں ہے؟

**﴿لم تقولون مالا تفعلون﴾**

## چند گزارشات

(۱) اگر قصداً نماز چھوڑنے کا کفارہ صرف اور صرف قضائے عمری ہے تو پھر چھوڑنے پر اس قدر وعیدیں قرآن کریم اور احادیث میں کیوں وارد ہیں؟

(۱) کہیں فرمایا فویل للمصلین

(۲) کہیں فرمایا ﴿فسوف یلقون غیا﴾

(۳) کہیں فرمایا ﴿فقد حبط عملهٗ﴾

(۴) کہیں فرمایا بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ

### علیٰ هذا القیاس

(۲) اگر نماز کو قصداً اُسکے اپنے وقت میں ادا نہ کیا جائے اور دوسرے وقت کیلئے اُسے مؤخر کر کے ادا کیا جائے تو کیا یہ مأمور بہ وقت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟

اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر اس کے پہلے وقت سے مؤخر کرنا کوئی گناہ نہیں بلکہ عین حکمِ الٰہی کی پیروی ہے اور اگر آپ کا جواب نہیں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے مؤخر کرنے کا حکم نہیں دیا تو پھر آپ اسے اللہ تعالیٰ کا حکم کیسے کہہ سکتے ہیں؟ ﴿ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً ﴾

(۳) قصداً نماز کو مؤخر کرنا یا بالکل ترک کر دینا، پھر اُسے دوسرے وقت میں ادا کرنا ثواب کا کام ہے یا گناہ کا ظاہر ہے کہ اس کے ثواب ہونے کا کوئی بھی ذی شعور قائل نہیں ہے یقیناً یہ گناہ کا کام ہے اور گناہ کے کاموں کو ہم شریعت، نیکی یا حکمِ الٰہی کیسے کہہ سکتے ہیں؟

(۴) احناف کے نزدیک حائضہ عورت اپنی اقل مدتِ حیض (تین دن) کی نمازیں تو ادا نہ کرے جو زیادہ سے زیادہ پندرہ کی تعداد میں ہیں لیکن قصداً چھوڑی ہوئی نمازیں مکمل ادا کرے اگرچہ وہ پندرہ ہزار کی تعداد میں ہوں۔

## ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾

(۵) اگر چھوٹی ہوئی نمازوں کا کفارہ صرف اور صرف قضائے عمری کی شکل میں دیا جا سکتا ہے اور توبہ اس کا بدل نہیں ہے، تو قضاء عمری مکمل کئے بغیر مر جانے والے شخص کیلئے توبہ کو کافی سمجھ لینا اور ورثاء کو فدیئے کی ادائیگی کا حکم دینا کس وحی کے تابع ہے؟؟۔

(۶) البلاغ رسالہ میں عمداً نماز ترک کر کے مؤخر کرنے کے جو دلائل جمع کئے گئے ہیں اگر یہ واقعی اپنے اندر یہی مفہوم رکھتے ہیں تو پھر احادیث میں ایسی نمازوں کے بارہ میں منہ پر مار دیئے جانے کے الفاظ کیوں وارد ہیں؟

(۷) اگر قصداً چھوڑی ہوئی نمازوں کا کفارہ قضاء ہی ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جمِ غفیر اُسکے کفر یا قتل کا کیوں قائل ہے؟

(کما فی المجموع شرح المهذب ج۳ ص ۱۴،۱۵)

(۸) جس سال نمازیں چھوڑیں، اُس سال ربیع الاوّل کا مہینہ تیس دن کا تھا لیکن جس سال نمازیں ادا کی گئیں اُس ال وہ مہینہ اُنتیس دِن کا تھا اب ایک دِن کی پانچ نماوں کی کمی کا کیا بنے گا؟؟؟

ملاحظہ فرمائیں!

المعانی البدیعہ فی اختلاف اھل الشریعہ ج ۱ ص ۹۹، (الزواجر ج ۱ ص ۲۶۶، کتاب الکبائر للذھبی ص ۲۴، نیل الاوطار طبع بیروت ج ۱ ص ۳۱۳، بلوغ الامانی ج ۲ ص ۲۳۳)

﴿وفی هذهٖ کفایة لمن لهٗ درایة﴾

# نماز کی فضیلت و فرضیت

لوگوں کی فطری سطح اور مختلف ادوار میں مختلف تقاضوں کے مطابق شریعتیں بدلتی رہتی رہیں لیکن نماز ہر شریعت میں واجب و مشروع رہی ہے۔

چنانچہ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے یہ سربستہ راز بھی عیاں ہو جاتا ہے۔

(۱) حضرت ابراھیم علیہ السلام یوں دُعا فرماتے ہیں:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ﴾

(ابراھیم: ٤٠)

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے۔

(۲) حضرت اِسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَکَانَ یَأْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ﴾ (مریم: ۵۵)

وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۳) حضرت شعیب علیہ السلام کو کفار کی طرف سے یوں طنز کیا گیا:

﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ أَصَلٰوتُکَ تَأْمُرُکَ أَنْ نَّتْرُکَ مَایَعْبُدُاٰبَآؤُنَا﴾

(ھود: ۸۷)

کہنے لگے، اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھلاتی ہے کہ ہم ان

(بتوں) چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے حکمِ الٰہی:

﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَأَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (یونس: ۸۷)

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کیلئے گھر بنا دو اور اپنے اپنے گھروں کو قبلہ (مسجد) بنا کر نماز کی پابندی کرو۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نماز کی فرضیت کا اعتراف اس عمر میں کیا جس عمر میں بچے بولا نہیں کرتے

﴿اِنِّىْ عَبْدُاللهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ○ وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ (مریم: ۳۰،۳۱)

میں بے شک اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عنایت فرمائی ہے اور

مجھے نبی بنایا ہے اور جہاں بھی رہوں مجھے مبارک بنایا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

(٦) اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام علیھم السلام کے بارے میں مشترک طور پر ارشاد فرمایا!

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴾

(الانبیاء:۷۳)

اور ان سب کو ہم نے امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ان کی راہنمائی کرتے تھے ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے، نماز پڑھنے کی اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

(۷) حضرت زکریا علیہ السلام کی زندگی کے ایک حسین منظر کو قرآن کریم نے یوں دکھایا:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ﴾

(آل عمران : ۳۹)

فرشتوں نے اُسے اُس وقت پکارا جب وہ محراب میں نماز کی حالت

میں کھڑے تھے۔

ان قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز مختلف شریعتوں میں اور مختلف ادوار میں موجود رہی ہے۔

انسانوں کے تقاضے ہر دور میں مختلف رہے ہیں اسی لئے شریعتیں بھی مختلف تھیں مگر نماز ہر دور کے انسانوں کے تقاضوں کے مطابق تھی البتہ جس طرح ایمان باللہ ہر دور کے انسانوں کیلئے ضروری تھا، اسی طرح نماز بھی ہر دور کے ہر انسان کیلئے ضروری ہے، اس آخری اُمت کیلئے بھی قرآن کریم کے سفر میں قدم قدم پر ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃ﴾ کے بورڈ آویزاں نظر آتے ہیں اس کی فرضیت کا یہ عالم ہے کہ بیماری کے عالم میں بھی جس میں آدمی بسترِ مرگ میں پڑا ایڑیاں رگڑ رہا ہو، اگر اس کے حواس قائم ہیں تو نماز اس پر بھی معاف نہیں ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عبادت نماز ہے:

(۱) ﴿عن ابن مسعودٍ ؓ قال سألت النبیَّ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ لوقتھا﴾

(بخاری، ج ۱، ص ۷۶)

جنابِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا اپنے وقت پر نماز کو ادا کرنا۔

(۲) ﴿مَن صلّٰی صلوٰتَنا واستَقْبَلَ قِبْلَتَنا واَکلَ ذَبِیحَتَنا فَذالِکَ المُسلم الّذی له ذِمّةُ اللہ و ذمّةُ رسُولہٖ﴾

(بخاری، ج ا، ص ۵٦)

جس نے ہماری (ہمارے جیسی) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ مسلمان ہے۔

(۳) ﴿اُمِرتُ ان اُقاتِلَ النّاس حتی یشهدوا ان لااله الااللہ واَنّ محمدًا رّسول اللہ ویقیموا الصلوٰة ویؤتوا الزّکوٰة فاذا فعلوا ذالک عصموا منی دماءَ هم واموالَهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی اللہ﴾

(بخاری: ج ا ص ۸، مسلم: ج ا ص ۳۷)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے (اس وقت تک) لڑتا رہوں جب تک کہ وہ ﴿لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدُ رَّسُولُ اللہِ﴾ کی گواہی نہ

دیں اور نماز قائم نہ کریں اور زکوۃ نہ دیں جب وہ ایسا کرلیں تو ان کی جان اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

(۴) ﴿الصلوٰة الخمس والجمعة الی الجمعة و رمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن اذا اجتنب الکبائر......﴾

(مسلم : ج ا ص ۱۲۲)

پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک یہ ان تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

(۵) ﴿عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ انه سمع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول ارايتم لو ان نهراً بباب احدكم يغتسل فيه كل يوم خمسا ما تقول ذالک يبقى من درنه قالوا لا يبقى من درنه شيئاً قال فذالک مثل الصلوات الخمس يمحو الله بها الخطايا﴾

(بخاری: ج ا ص ۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ''فرماتے تھے تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو، جس میں روزانہ وہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گی؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! پس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ اس کے جسم پر سے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا صلی ینا جی ربه﴾

(بخاری: ج ا ص ۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

(۷) مسند احمد کی روایت ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں ایک مرتبہ باہر تشریف لے گئے اور درخت کی ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا موسمِ خزاں کی وجہ سے پتے جھڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! جب کوئی مسلمان خالصتاً رضائے

الٰہی کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اس کے جسم سے اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔

(۸) اسلام کا ہر حکم بلوغت پر فرض ہوتا ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک نابالغ بچہ ہے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

اس کے باوجود نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر قبل از بلوغت (کم سنی) میں اسے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ

**﴿قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرو اولاد کم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربو ھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرّقوا بینھم فی المضاجع﴾** (ابو داؤد، مشکوٰۃ: ص۵۸)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:-

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں (نماز نہ پڑھنے پر) سزا دو نیز دس سال کے بچوں کو الگ الگ بستروں پر سلاؤ۔

(۹) ﴿عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی تفوته صلٰوۃ العصر فکأنما وتر اهله وما له﴾

(مشکوٰۃ: ص ۶۰، بحواله بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کا اہل وعیال اور مال و اسباب (سب کچھ) لُٹ گیا۔

(۱۰) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اما الذی یثلغ رأسه بالحجر فانه یأ خذ القرآن فیرفضه وینام عن الصلٰوۃ المکتوبة ......﴾ (بخاری)

جس شخص نے قرآن یاد کر کے بھلا دیا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا، تو (میں نے دیکھا) اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔

قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز تمام فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے جو کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے البتہ حائضہ اور نفاس والی خاتون پر اِنہیں ایام میں نماز معاف ہے نماز کی اسی

اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں کثرت سے اس کی تاکید کی گئی ہے۔

اسلام کے تمام احکام زمین پر بذریعہ جبریل علیہ السلام یا دیگر اقسامِ وحی سے اُتار دیے گئے لیکن نماز ایک واحد فریضہ ہے جسے زمین پر نازل نہیں کیا گیا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر بلا کر تحفے کے طور پر پیش کیا گیا نماز کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ باقی تمام احکام صرف وحی کر دیئے گئے لیکن نماز کیلئے دو دن تک برابر جبریل علیہ السلام آتے رہے اور نماز کی عملی تربیت دی گئی۔

جبریل علیہ السلام نے دو دن مسلسل نماز پڑھائی جس سے اوقات اور طریقہ دونوں کی تعلیم فرمائی۔

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! دن میں دو مرتبہ کراماً کاتبین کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں (فجر کے وقت اور عصر کے وقت) جو فرشتے عصر کو آتے ہیں وہ فجر میں چلے جاتے ہیں اور جو فجر میں آتے ہیں وہ عصر کو چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ بتاتے ہیں الٰہی جب ہم گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم آئے تھے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

یہ کس قدر عظمت کی بات ہے کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فرشتے آپ کی اس عبادت کی گواہی دیتے ہیں جو آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انجام دیتے ہیں اور ہمارے ہی معاشرے میں کتنے لوگ ایسے بھی ہونگے جن کے بارے میں فرشتے صرف دو ہی شہادتیں دیتے ہونگے کہ جب ہم گئے تھے تو وہ سو رہے تھے اور جب ہم واپس آئے تھے تو وہ کرکٹ کھیل رہے تھے۔

ع:- یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

❀❀❀

## مقبول نماز

نماز کی مقبولیت کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کی جائے، چنانچہ رحمتِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے:-

﴿صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ.﴾ (بخاری)

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (نور: ۵٦)

رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ﴾

(محمد: ۳۳)

اللہ کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرو۔

(ان کا خلاف کر کے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

واضح ہوا کہ پیغمبر کی مخالفت اعمال کی بربادی کے مترادف ہے اس لئے اپنے اعمال کا اجر کھرا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ عمل ہادی برحق ﷺ کی پیروی میں کیا جائے۔

فی زمانہ بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رفع الیدین نہ کرے تو کیا اس کی نماز نہیں ہوگی......؟ جو آمین بالجہر نہیں کہتا کیا اس کی نماز برباد گئی......؟ حالانکہ ختم المرسلین ﷺ نے نہایت ہی آسان انداز میں اس طرح کے ہر سوال کا ایک ہی جواب دے دیا ہے کہ ''نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے'' یہ بالکل اپنے مضمون میں واضح حکم ہے کہ امت پر میرا طریقہ لازم ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے نماز مزین ہو کر

اپنے معبود کی نظر میں شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے۔

چنانچہ رسول خدا ﷺ نے جہاں ہم کو تمام احکامِ قرآن، اپنے قول و فعل کی شکل میں دے دیئے ہیں وہاں نماز کا الٰہی حکم بھی آپ ﷺ نے عملی صورت میں ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا ارشاد ربانی ہے:

﴿مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ: جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو﴾ کے تحت رسول اکرم ﷺ کا تفویض کردہ مکمل طریقہ نماز اس کی اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ قبول کرنا ہر مسلمان کا لازمی فریضہ ہے درحقیقت اسلام وہی کچھ ہے جو رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے تیئس سالہ دورِ نبوت کی زندگی میں قول و فعل اور تقریر کی صورت میں پیش کیا ہے۔

﴿وَمَن یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلاَمِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلُ مِنْہُ﴾

(آل عمران: ۸۵)

جو شخص (رسولِ اکرم ﷺ) کے لائے ہوئے اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

تو پھر نبی کریم ﷺ کی سکھلائی ہوئی نماز کے خلاف اگر کوئی شخص نماز ادا کرے گا تو وہ کیونکر قبول ہوگی؟ چاہے وہ معاملہ پچھلی نمازوں کا ہو یا موجودہ نمازوں کا ہر معاملے میں رسولِ اکرم ﷺ کی سنت سے راہنمائی لینی چاہیے۔

# ترک نماز پر وعید

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے'' انھوں نے کہا! ''اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں''، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں (جب وہ ایسا کرلیں تو پھر) بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ ان کو سزا نہ دے۔ (بخاری و مسلم)

نماز دراصل وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اپنا مقامِ عبدیت پہچانتا ہے اور مالک کے حضور سجدہ ریز ہو کر مالک کا حق ادا کرتا ہے اس کے ترک کرنے پر بندہ اپنے مالک کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿بین العبدو بین الکفر ترک الصلوٰۃ﴾ (مشکوٰۃ)

بندے اور کفر کے درمیان فرق صرف نماز کا ہے۔

یعنی جس نے نماز ترک کی وہ کفر سے منسلک ہوا، دوسری حدیث جو حضرت

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں!

﴿العهد الذی بیننا وبینهم الصلوة فمن ترکها فقد کفر﴾

(مشکوٰۃ، احمد، ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی:

لاتترک صلوة مکتوبة متعمداً فمن ترکها متعمداً فقد برأ ت منه الذمة

(تلخیص الحبیر: ج ۲ ص ۱۴۸)

جان بوجھ کر کبھی نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے جان
بوجھ کر اسے ترک کیا وہ اللہ کے ذمہ سے نکل گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا
الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مریم ۵۹)

(ان نیک لوگوں کے بعد) ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں داخل ہونگے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾

(توبہ ۱۱)

اگر کافر توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ کہ دینی بھائی بننے کیلئے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی شرط ہے۔

## تارک نماز کا حکم

بے نماز کے کافر ہونے پر تمام صحابہ کرام نے اتفاق کیا چنانچہ عبداللہ بن شقیقؒ بیان کرتے ہیں:

﴿کان اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا یرون شیأ من الاعمال ترکه کفرا غیر الصلوٰة......﴾

تحفة الاحوذی: ج۷ص ۳۰۹ )

کہ تمام صحابہ کرام نماز کے علاوہ کسی چیز کے ترک کو کفر خیال نہیں کرتے تھے۔

لہٰذا نماز ایک ایسا عمل جس کے ترک کا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہے۔

کیونکہ حج اور زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہیں، روزے تندرست پر فی الفور فرض ہیں، جب کہ نماز کیلئے کوئی عذر نہیں ہوسکتا مثلاً اگر بیمار ہے تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ نہیں سکتا تو لیٹ کر اشارے سے پڑھے، لیکن ترک کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

## الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق

## من سمع منادي الله فلا يجيبه

سب سے بڑا ظلم، کفر اور نفاق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منادی کرنے والا اذان دے اور سننے والا اسے سن کر قبول نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:-

**﴿من حافظ عليها كانت له نوراً وبرهاناً ونجاتاً يوم القيامة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نوراً ولابرهاناً ولا نجاتاً وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلفٍ......﴾**

(احمد،دارمی،مشكوة:۵۸)

جو شخص نماز کی حفاظت کرتا ہے تو اس کیلئے نماز باعثِ روشنی، برہان اور نجات کا سبب ہوگی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اُس کیلئے نہ نور ہوگا، نہ برہان اور نہ نجات نیز قیامت کے دن اُس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

مذکورہ روایات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ترک نماز بہت بڑے نقصان کا موجب ہے لہٰذا ہر مسلمان کو اس کی حفاظت اور مداومت کرنی چاہئے اور اگر

تقاضائے بشری سے کبھی شیطان کا غلبہ ہو بھی جائے تو فوراً نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اُس فریضے کو ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور بے حد شفقت فرماتا ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک خاتون اپنے دو بچوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل ہوئی یہ حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرہ تھا خاتون نے عرض کیا میں بھوکی ہوں اور میرے بچے بھی بھوکے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! کچھ ہو تو اسے دے دو،

حضرت عائشہ صدیقہ نے تین کھجوریں دے دیں اُس نے ایک ایک کھجور اپنے دو بچوں میں تقسیم کر دی اور باقی ماندہ ایک کھجور اپنے منہ کی طرف لے جانے لگی دونوں بچوں نے اپنے اپنے حصے کی کھجور اپنے منہ میں ڈال کر اپنی ماں کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور مطالبہ کیا کہ یہ کھجور بھی ہمیں دے دیں، اُس ماں نے اُس کھجور کے دو حصے کیے اور آدھی آدھی دونوں بچوں میں تقسیم کر دی اور خود بھوکی رہ گئی۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا ''عائشہ! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جتنی محبت یہ ماں اپنے بچوں سے کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔''

غالباً اسی پیار کا یہ نتیجہ ہے کہ اگرچہ ہم گناہوں کی دلدل میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اُس نے تا حال روزی کے دروازے ہم پر بند نہیں کیے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿خمس صلوٰتٍ افترضهن الله تعالیٰ من احسن وضوءهن صلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه......﴾

(مشکوٰۃ: ص۵۸، مؤطا: ج ا ص۱۰۸، ابوداؤد، نسائی)

پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے بس جس شخص نے ان نمازوں کیلئے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں وقت پر ادا کیا، رکوع کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اور حضورِ قلب سے نماز کو ادا کیا اس کیلئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا اس کیلئے کوئی وعدہ نہیں اگر اللہ چاہے تو اُس کو بخش دے اور اگر چاہے تو اُس کو عذاب دے۔

تارکِ نماز کے حکم کے بارہ میں مؤخرالذکر حدیث کی بناء پر علماء کے مابین اختلاف ہے جن کے نزدیک تارک نماز کافر ہے، ان کے دلائل وہ تمام روایات وقرآنی آیات ہیں جنہیں ہم ''ترک نماز پر وعید'' کے عنوان اور ''تارک نماز کے حکم'' کے عنوان کے تحت درج کر چکے ہیں،

(جنھیں صفحہ: ۷۰ تا ۷۴ پر دیکھا جا سکتا ہے) اور جن علماء نے تارک نماز کے

کافر ہونے کے خلاف فتویٰ دیا ہے اُن کے نزدیک حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کی مذکورہ حدیث دلیل ہے کہ اگر ترکِ نماز سے آدمی کافر ہو جاتا تو پھر ﴿ان شاء غفرله﴾ اور ﴿ان شاء عذبه﴾ کے الفاظ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ کافر و مشرک کیلئے بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی صراحت قرآن کریم میں مختلف مقامات پر فرمادی گئی ہے۔

بے نماز کیلئے ﴿ان شاء غفرله﴾ (اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے) کے الفاظ اسے کفر کے فتویٰ سے بے یار کرتے ہیں۔

البتہ وہ روایات جن میں کفر کے الفاظ بالصراحت وارد ہوئے ہیں وہ تنبیہاً ہیں تاکہ لوگ اس اہم فریضے سے غافل نہ ہوں (واللہ اعلم)

## حقوق اللہ کی توبہ سے معافی

رسولِ اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے حقوق چاہے تو توبہ سے معاف کردے، لیکن حقوق العباد ہرگز معاف نہیں کرے گا جب تک کہ متعلقہ شخص معاف نہ کرے''

## مفتی تقی عثمانی صاحب کی عبارت

''حقوق العباد'' دین کا بہت اہم شعبہ ہے اور یہ اتنا اہم شعبہ ہے کہ حقوق اللہ تو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں، یعنی اگر خدانخواستہ حقوق اللہ سے متعلق کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے (خدا نہ کرے) تو اس کا علاج بہت آسان ہے

کہ انسان کو جب کبھی اس پر ندامت پیدا ہو تو توبہ و استغفار کر لینے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ (اصلاحی خطبات: ج۲ص۲۶)

عثمانی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت، بالخصوص خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھیں اور یہ دیکھیں کہ جن ''حقوق اللہ'' کی کوتاہی کے علاج کو بہت آسان بتایا گیا ہے کیا وہ آسانی یہی ہے؟ کہ ایک بوڑھا شخص جو اپنے سہارے پر ٹھیک سے کھڑا بھی نہ ہو سکتا ہو اور روزانہ کی پانچ نمازیں بھی اس پر بھاری پڑتی ہوں، اسے یہ کہہ دیا جائے کہ نہ صرف آنے والے دنوں کی نمازیں تجھے ادا کرنی ہیں بلکہ پچاس، ساٹھ برس گزشتہ کی نمازیں بھی قضائے عمری کی صورت میں تجھے لازمی ادا کرنی ہیں، کیا اِسی کا نام آسانی ہے ؟؟؟

جبکہ محترم عثمانی صاحب اِس آسان علاج کی نشان دہی فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ ''جب کبھی اس پر ندامت پیدا ہو تو توبہ اور استغفار کر لینے سے (حقوق اللہ) معاف ہو جاتے ہیں''۔

اب محترم عثمانی صاحب وضاحت فرمائیں کہ نماز حقوق العباد میں سے ہے یا حقوق اللہ سے؟ یقیناً آپ کا جواب حقوق اللہ سے متعلق ہوگا اور نماز واقعی حقوق اللہ میں سے ہے۔

# خُلاصۂ تحریر

(۱) دیئے گئے دلائل وشواہد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے قضائے عمری سے متعلق ریمارکس بالکل درست ہیں اس لئے کہ نصوصِ شرعیہ میں قضائے عمری کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۲) ہر شخص کی سابقہ زندگی کے تمام گناہ جو اُسے یاد ہوں یا وہ بھول چکا ہو سچے دِل سے توبہ کرنے پر معاف ہو جاتے ہیں بالخصوص حقوق اللہ

(۳) جب باقاعدگی سے نماز روزہ شروع کردیا جائے، پھر کسی عذر کی بناء پر نماز روزہ چھوٹے تو عذر ختم ہوتے ہی فوراً ادا کرے اُسے زندگی کی اُمید پر مؤخر نہ کرے۔

(۴) قضائے عمری کا فتویٰ محض تقلیدی ذہن کی پیداوار ہے شرعی نصوص سے اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۵) قضائے عمری سے متعلق جملہ احادیث و روایات جو فضائل اور طریقۂ ادائیگی کو ظاہر کرتی ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف یا موضوع ہیں جن کا اعتراف مفتیان دارالعلوم کراچی بھی اپنے رسالہ البلاغ میں کر چکے ہیں۔

(۶) صدقِ دل سے توبہ کرنے کے بعد ہر روز اپنے ۲۵،۳۰ سالہ پُرانے گناہوں کو یاد کرنا اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کی نا قدری و

ناشکری ہے۔ (بقول سابق جج مولانا تقی عثمانی صاحب)

(۷) جب تک ہر انسان اپنے سامنے موت کے فرشتہ کو نہیں دیکھ لیتا یا سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا تب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اذا دَعَان ﴾

مغفرت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے عین وسط میں کھڑے ہو کر کوئی کہے کہ میں اَب بھی پیاسا ہوں تو اُسے اُسکی بدنصیبی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اُس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو، کیا نہیں ملتا ؟

الداعی الی الخیر :-

خادمِ دین :- ابوانشاء قاری خلیل الرحمٰن جاوید

(مدیر)

**جامعة الاحسان الاسلامیه**

گجر چوک منظور کالونی کراچی

۸ جون ۲۰۰۲ء

میرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دوستاں کو خبر کرو
جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اِلتجاءِ بارگاہِ ربِّ جلیل

آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کیلئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کیلئے

اے دعا وہاں عرض کر عرشِ الٰہی تھام کر
اے خدا رُخ پھیر دے گردشِ ایّام کے

دنیا کے راندھے ہوئے، ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں در پہ ترے ہاتھ پھیلائے ہوئے

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
جو کچھ بھی ہیں، ترے محبوب کی اُمت میں ہیں

رحم کر ہم پر نہ تو اپنے کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

اے خدائے دو جہاں مسلم کو پھر مسلم بنا
پھر یہی سنوا کہ مسلم کا کوئی ثانی نہیں

آمین

(گلشنِ رحمانی سے مأخوذ)

ابو انشاء

# ہماری چند مطبوعات

ناشر:

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ کراچی